DOI: https://doi.org/10.52015/albasirah.v11i01.59

Al-Basirah البصيرة

Volume 11, Issue 01, (June 2022)

https://albasirah.numl.edu.pk/ eISSN: 2222-4548, pISSN: 2520-7334

پائیدار ترقی کے لیے قدرتی وسائل کا محفوظ استعمال: عہد نبوی کی روشنی میں خصوصی مطالعہ

Safe Use of Natural Resources for Sustainable Development: Special Study of Prophet's Times

Dr. Muhammad Abubakar Siddique [1]

[1] Research Associate, Islamic Research Index, AIOU Islamabad, Email: Muhammad.abubakar@aiou.edu.pk

Received: April 21, 2022 | Revised: June 23, 2022 | Accepted: June 25, 2022 | Available Online: June 30, 2022

ABSTRACT

Sustainable development means that human societies survive and meet their needs without compromising the ability of future generations to meet their needs. It is as if existing resources are to be preserved for future generations and the resources that we are running out of are to be reduced or used in such a way that they remain usable for a long time. In modern times, due to population expansion and overuse of natural resources, resources are dwindling day by day and the world's population is not benefiting from these resources. Therefor the concept of sustainable development has become very popular globally and the United Nations Educational, Scientific and Cultural Organization (UNESCO) also introduced the Sustainable Development Goals (SDGs 2030) to ensure the balanced and sustainable economic and social development of human society.

Keywords: Safe Use of Natural Resources, Sustainable Development, SDG's in Islamic perspective, SDG's in light of Sirah, 2030 SDG's, UNESCO

Funding: This research received no specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Correspondence Author's Email: Muhammad.abubakar@aiou.edu.pk

تعارف

عصر حاضر میں آبادی کے پھیلاؤ اور قدرتی وسائل کے بے تحاشا استعمال کی وجہ سے وسائل روز بروز کم ہو رہے ہیں اور دنیا کی آبادی ان وسائل سے مستفید نہیں ہو پا رہی۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے بہت سے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ ان اقدامات میں پائیدار ترقی کا تصور اپنے دیرپا اثرات کی وجہ سے عالمی سطح پر بہت مقبول ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسکو (UNESCO) نے اسی سلسلے میں پائیدار ترقی کے اہداف 2030ء (Sustainable Development Goals (SDG) 2030) بھی متعارف کروائے ہیں۔ اس سے انسانی معاشرے کی اقتصادی اور معاشرتی ترقی متوازن اور پائیدار ہانے کے قوی امکانات ہیں۔ قدرتی وسائل کے محفوظ استعمال سے متعلق موجودہ تحریک وسائل میں قلت کے عالمی مسئلے کے بعد شروع ہوئی ہے۔

سابقہ تحقیقات

یہ مضمون اگرچہ احادیث میں مختلف جگہ پر بیان ہوا ہے اور اس پر شارحین حدیث نے عمدہ ابحاث بھی

OPEN ACCESS | CC BY NC

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

مرتب کی ہیں۔ تیزی سے کم ہوتے وسائل کے مسئلے پر ان احادیث کی اہمیت مزید واضح ہوئی ہے۔ حال ہی میں بہت سے تحقیقی مضامین سامنے آئے ہیں جن میں پائیدار ترقی کے لیے اسلامی نقطۂ نظر سے مختلف جہات کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔ پائیدار ترقی کے لیے مذہبی رواداری کے کردار پر سعد جعفر اور محمد اجمل خان کا مضمون مجلہ التبیین (جلد 5 شمارہ 2، 2021ء) میں شائع ہوا ہے۔ پائیدار ترقی کے لیے فکر اسلامی کی تشکیل جدید پر ڈاکٹر کلثوم پراچہ کا مضمون مجلہ العلم (جلد 5 شمارہ 2، 2021ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر مضمون کی روح سے مماثل ڈاکٹر ابظاہر خان کا مضمون مجلہ بر جس (جلد 3 شمارہ 2، 2016ء) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں ماحولیاتی نظام کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اس موضوع پر سنہ 2021ء میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی ملتان میں انٹرنیشنل کانفرنس بھی ہو چکی ہے۔ دیگر تمام مضامین کے مقابلے میں اس مضمون کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں قدرتی وسائل کے محفوظ استعمال کو موضوع بحث بنایا گیا ہے نیز اسلامی نقطہ نظر سے استدلال میں سیرت نبوی ﷺ سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے۔ عہد نبوی میں مدینہ منورہ کے قدرتی وسائل سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے اقدامات کی روشنی میں مقدمے کو خصوصیت کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

پائیدار ترقی کا موجودہ تصور

پائیدار ترقی سے مراد یہ ہے کہ انسانی معاشرے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آنے والی نسلوں کی صلاحیت پر سمجھوتہ کیے بغیر زندہ رہ کر اور اپنی ضروریات کو پورا کریں۔ گویا موجودہ وسائل کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر کے رکھا جائے اور جو وسائل ہمارے استعمال سے ختم ہوتے جا رہے ہیں ان کا استعمال کم کیا جائے یا اس طرح سے استعمال کیا جائے کہ وہ دیر تک قابل استعمال رہیں۔

Sustainable Development Goals (SDGs) یعنی پائیدار ترقی کے اہداف کو اقوام متحدہ کی جانب سے 2015 میں متعارف کروایا گیا تھا تاکہ دنیا میں غربت کا خاتمہ، کرہ ارض کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے اور تمام انسان امن وخوشحالی سے لطف اندوز ہو سکیں۔[1] قدرتی وسائل کے استعمال اور انتظام سے متعلق اقوام متحدہ کی قرار داد ہدف 12 (Consumption And Production Responsible) اور ہدف 13 (Climate Action) کے زمرے میں خاص طور پر شامل ہے جب کہ مجموعی طور پر تمام اہداف وسائل کے استعمال پر خصوصی ہدایات کو شامل ہے۔

پائیدار ترقی کے لیے قدرتی وسائل کا استعمال قرآن کی روشنی میں

ریاست کے وسائل کے تحفظ اور اس میں اضافے کے لیے پائیدار ترقی کے لیے مجوزہ اقدامات کا تصور ہمیں

1۔ https://www.undp.org/sustainable-development-goals Retrieved on 11-Nov-2021 5:54 PM

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

قرآن و سنت سے ملتا ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات وسائل کے بہترین انتظام کی طرف انسان کو متوجہ کرتی ہیں۔ جب کہ بعض آیات واضح طور پر قدرتی اجتماعی وسائل سے متعلق ہیں اور بالواسطہ یا بلاواسطہ ان وسائل کے مناسب بندوبست کی دعوت دیتی ہیں۔ چند آیات کو ذیل میں مختصر طور پر بیان کیا جارہا ہے۔

1۔ سورۃ الکھف میں ذوالقرنین بادشاہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ذوالقرنین بادشاہ سے مقامی لوگوں نے شکایت کی کہ یاجوج وماجوج ہمارے علاقے میں فساد مچاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ :

﴿قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا﴾"[1]

(ترجمہ:"ذوالقرنین نے کہا کہ خرچ کا جو مقدور خدا نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط اوٹ بنادوں گا۔ تو تم لوہے کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ (چنانچہ کام جاری کردیا گیا) یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان (کا حصہ) برابر کردیا۔ اور کہا کہ (اب اسے) دھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو (دھونک دھونک) کر آگ کردیا تو کہا کہ (اب) میرے پاس تانبہ لاؤ اس پر پگھلا کر ڈال دوں") اس آیت میں ذوالقرنین نے قدرتی وسائل کو استعمال کرکے مقامی لوگوں کی مشکل حل کی تو اس کی تعریف قرآن پاک میں کی گئی۔

2۔ قوم سبا کے مسکن میں قدرتی وسائل کی ثمر آوری کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے اور سورۃ سبا میں تفصیل سے ان کے مسکن میں قدرتی وسائل کی فراوانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ﴾[2]

(ترجمہ:"(اہل) سبا کے لئے ان کے مقام بودوباش میں ایک نشانی تھی (یعنی) دو باغ (ایک) داہنی طرف اور (ایک) بائیں طرف۔ اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ (یہاں تمہارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور (وہاں بخشنے کو) خدائے غفار۔ تو انہوں نے (شکر گزاری سے) منہ پھیر لیا پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور انہیں ان کے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں")۔

قوم سبا نے نافرمانی اور ناشکری کی تو ان پر جو عذاب آیا وہ قدرتی وسائل کے بندوبست کی بربادی کی صورت

1۔ سورۃ الکھف، آیت 95، 96

2۔ سورۃ سباء، آیت 15، 16

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

میں آیااور قدرتی پانی کے ڈیم کو برباد کردیا گیا جس سے ان کی آبادیاور باغات ویران ہوگئے۔

3۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب عزیز مصر سے عہدے کا مطالبہ کیا تو فرمایا: ﴿قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ﴾[1] (ترجمہ: ''(یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں'') یعنی مصر میں جو قحط آنے والا تھا اس کے لیے وسائل کی حفاظت اور منصفانہ تقسیم ایک اہم مرحلہ تھا اور یوسف علیہ السلام اس کی مہارت رکھتے تھے۔ اجتماعی وسائل کی بہترین تقسیم قحط کا زمانہ کٹ گیا اور حضر یوسف علیہ السلام کے اس منصفانہ کردار کو قرآن کریم میں ذکر کیا گیا۔

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ بھی متعدد آیات اس بات کا درس دیتی ہیں کہ قدرتی وسائل کا حسنِ انتظام قرآنی تعلیمات کا تقاضا ہے۔ قدرتی وسائل کی منصوبہ بندی کر کے انہیں وسیع انسانی استعمال میں لانا، مساویانہ تقسیم اور اس کی حفاظت انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے۔

قدرتی وسائل کے تحفظ کا تصور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

سیرتِ طیبہ میں کئی مثالیں ملتی ہیں جہاں قدرتی وسائل کے تحفظ کا تصور اور حفاظت کا عملی نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1-ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں غذائی قلت کا مسئلہ

عہد نبوی میں مدینہ کی ریاست کے قیام کا مرحلہ ایسے وقت میں درپیش تھا جب کہ وسائل کی شدید کمی تھی، مسلمانوں کے پاس آبادی کے تناسب سے وسائل نہایت قلیل تھے۔ حضرت مقداد بن اسودؓ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں وسائل کی قلت کی صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں کا معاشی بندوبست کیا گیا تو دس دس لوگوں کی جماعت بنائی گئی اور ایک جماعت کے حصے میں صرف ایک بکری آئی جس کے دودھ پر گزارا کرتے تھے۔[2] حضرت عائشہؓ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وسائل کی قلت کا مسئلہ ایک طویل عرصے تک موجود رہا پھر جب خیبر کی زمینیں فتح ہوگئیں تو یہ قلت مکمل طور پر دور ہوگئی تھی۔[3]

1۔ سورۃ یوسف، آیت 55

2۔ امام احمد، **المسند**، احادیث رجال من اصحاب رسول اللہ ﷺ، باب حدیث المقداد بن الاسود، رقم الحدیث 23818

3۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، رقم الحدیث 4243

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

2-ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آبی وسائل کی قلت کا مسئلہ

ہجرت کے بعد ابتدائی زمانے میں مدینہ منورہ میں آبی وسائل کی قلت تھی۔ روایاتِ سیرت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مدینہ منورہ میں خاص طور پر انصار کی آبادیوں میں آبی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔[1] انصار سافلہ[2] میں رہنے والے لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے اعوان و انصار تھے اور انہیں پانی کے حصول میں خاصی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مدینہ منورہ کے بعض ایسے آبی وسائل جو سارا سال جاری رہتے تھے وہاں پانی فروخت کیا جاتا تھا۔[3]

مدینہ منورہ کے بعض معروف کنویں زرعی زمینوں میں واقع تھے جن کے ذریعے زرعی زمینوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ یہ کنویں عام لوگ استعمال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کے گرد باڑ لگا کر وہاں پہرہ دیا جاتا تھا۔[4] عام آبادی میں واقع کنوؤں میں سے جو عام لوگوں کے استعمال میں تھے ان میں سے بعض تک عام لوگوں کو مفت رسائی حاصل تھی جب کہ بعض کنوؤں سے پانی لینے کے لیے قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔ مثلاً بئر رومہ کے بارے میں یہ وضاحت موجود ہے کہ وہاں ایک مشک پانی ایک مد کھجور یا گندم کے بدلے میں ملتا تھا۔[5]

3-ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں زرعی وسائل کی قلت کا مسئلہ

عہد نبوی میں مدینہ منورہ کے زرعی وسائل میں مدینہ کا بالائی حصہ سرسبز و شاداب تھا جہاں یہود آباد تھے۔ قدرتی طور پر یہ زمینیں بارش کے پانی سے خوب سیراب ہو جاتی تھیں اور بارش زیادہ ہو جاتی تو بچا ہوا پانی سیلاب کی صورت میں نشیبی علاقے کی طرف انصار کی آبادی میں آ جاتا تھا۔ یہود کے ملکیتی بالائی علاقے خوب پیداوار دیتے تھے۔

یہود کی ملکیتی زرعی زمینوں کی پیداوار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ سے منقول ہے کہ (صرف) بنو نضیر کے اموال رسول اللہ ﷺ کے "نوائب" یعنی ذاتی معاملات اور گھریلو ضروریات کے لیے

1۔ ابو یعقوب احمد بن اسحاق یعقوبی، **البلدان** (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1422ھ)، ص 151۔

2۔ سافلہ سے مراد مدینہ منورہ کا نشیبی علاقہ ہے جہاں انصار رہتے تھے اور اس کے مقابلے میں عالیہ سے مراد بالائی علاقہ ہیں جہاں یہود آباد تھے۔ ملاحظہ ہو: محمد بن مکرم بن علی ابن منظور افریقی، **لسان العرب** (دار صادر، بیروت، 1414ھ)، ج 15، ص 87۔

3۔ مثلاً ملاحظہ ہو بئر رومہ: محمد بن یوسف شامی، **سبل الہدی والرشاد فی ہدی خیر العباد**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1993) ج 11 ص 280۔

4۔ اموال اور ان کے گرد دیواروں کا تذکرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح** (دار طوق النجاۃ، مصر، 1422ھ)، کتاب الوصایا، باب من تصدق إلی وکیلہ ثم رد الوکیل إلیہ، رقم الحدیث 2758۔ نیز ملاحظہ ہو: احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، **فتح الباری** (دار المعرفۃ، بیروت، 1379)، ج 5، ص 388۔

5۔ سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الکبیر** (مکتبۃ ابن تیمیہ، قاھرہ، 1994ء)، باب الباء، بشیر الاسلمی ابو بشر، رقم الحدیث 1226۔ نیز ملاحظہ ہو: ابو محمد حسین بن مسعود البغوی، **معجم الصحابۃ** (مکتبۃ دار البیان، بیروت، 2000ء)، ج 1 ص 295۔ محمد بن یوسف شامی، **سبل الہدی والرشاد فی ہدی خیر العباد**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1993) ج 11 ص 280۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

خاص تھے۔ یہاں سے حاصل ہونے والی آمدن سے ازواج مطہرات اور بنو عبد المطلب کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ان کھجوروں کے باغات میں کھجوروں کے نیچے خوب زراعت ہوتی تھی اوراسی کی آمدن سے ازواج مطہرات کو سال بھر کے نفقہ کے لیے گندم اور جو دے دی جاتی تھی۔ اس سب کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ جاتا جس سے گھوڑے اور اسلحہ خریدا جاتا تھا۔[1] ان زمینوں پر رسول اللہ ﷺ کے غلام ابورافع کو نگران بنایا گیا تھا جو کبھی کبھی وہاں سے آپ کے لیے تازہ پھل توڑ کرلاتے تھے۔[2]

4-ریاست مدینہ کی پائیدار ترقی کے لیے آبی وسائل کاتحفظ اور انتظام وانصرام

آبی وسائل کی قلت اہل مدینہ کے لیے ایک بڑا مسئلہ تھا۔ کنویں قدرتی طور پر عام آبادی کے درمیان واقع تھے جن سے عام لوگ پانی حاصل کرتے تھے مگران میں پانی کم تھا۔ بعض کنویں زرعی زمینوں میں واقع تھے جن کے ذریعے زرعی زمینوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ان کنوؤں کے گرد باڑ ہوتی تھی یا وہاں پہرہ دیا جاتا تھا۔ نتیجتاً یہ پانی ہر عام وخاص استعمال نہیں کر پاتا تھا۔[3]

عام آبادی میں واقع کنوؤں میں سے جو کنویں عام لوگوں کے استعمال میں تھے ان میں سے بعض تک عام لوگوں کو مفت رسائی حاصل تھی جب کہ بعض کنوؤں سے پانی لینے کے لیے قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔ مثلاً بئر رومہ کے بارے میں یہ وضاحت موجود ہے کہ وہاں ایک مشک پانی ایک مد کھجور یا گندم کے بدلے میں ملتا تھا۔[4] اس مسئلے سے نمٹنے کا واحد راستہ یہ تھا کہ قدرتی وسائل کا تحفظ کیا جائے اور پہلے سے موجود آبی وسائل کی پیداواری صلاحیت کو بڑھایا جائے۔رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے تمام کنوؤں کا معاینہ فرمایا۔ ان کی پیداواری صلاحیت دیکھی، بعض کنوؤں پر وضو فرما کر وضو کا پانی برکت کے لیے کنویں میں ڈالا اور بعض میں کلی کر کے پانی ڈالا۔ جس سے پانی میں اضافہ ہو گیا۔ذیل میں ان کنوؤں کا مختصراً ذکر کیا جارہا ہے:

الف۔ بئر الاعواف: یہ کنواں رسول اللہ ﷺ کے صدقات میں شامل تھا اور آپ نے اس کے کنارے پر بیٹھ کر وضو فرمایا اوراس کا پانی کنویں میں بہایا تھا۔[5]

1۔ بلاذری، **فتوح البلدان**، ص 27-29

2۔ واقدی، **المغازی**، ج1 ص378

3۔ اموال اوران کے گرد دیواروں کا تذکرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح** (دار طوق النجاۃ، مصر، 1422ھ)، کتاب الوصایا، باب من تصدق إلی وکیلہ ثم رد الوکیل إلیہ، رقم الحدیث 2758۔ نیز ملاحظہ ہو: احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، **فتح الباری** (دار المعرفۃ، بیروت، 1379)، ج5، ص388۔

4۔ سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الکبیر** (مکتبہ ابن تیمیہ، قاھرہ، 1994ء)، باب الباء، بشیر الاسلمی ابو بشر، رقم الحدیث 1226۔ نیز ملاحظہ ہو: ابو محمد حسین بن مسعود البغوی، **معجم الصحابۃ** (مکتبۃ دار البیان، بیروت، 2000ء)، ج1 ص295۔ محمد بن یوسف شامی، **سبل الهدی والرشاد فی ہدی خیر العباد**، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1993) ج11 ص280۔

5۔ علی بن عبد اللہ السمہودی، **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ** (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1419ھ) ج3 ص124۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن شبۃ، **تاریخ المدینہ**، ج1 ص159۔

OPEN ACCESS cc BY NC Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

ب۔ بئر رومہ / بئر عثمان بن عفان: یہ معروف کنواں ہے جو وادی عقیق میں واقع تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ایماء پر حضرت عثمان غنیؓ نے اسے خرید لیا تھا۔ اس کنویں کا مالک اس کا پانی بیچا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ کنواں وقف کرنے کی ترغیب دی تاکہ لوگ بغیر روک ٹوک کے پانی حاصل کر سکیں۔[1]

ج۔ بئر الملک: حضرت عثمان غنیؓ نے جو کنویں عام مسلمانوں کے لیے خرید کر وقف کیے ان میں ایک بئر الملک بھی ہے۔ یہ یمنی بادشاہ "تبع" نے بنایا تھا جب وہ مدینہ میں رہائش پذیر ہوا۔ اس نے ایک عورت سے اس کنویں کی وباء کی شکایت کی تو اس نے دو گدھوں پر بئر رومہ کا پانی لا کر دیا۔ مدینہ سے جاتے ہوئے تبع نے اس کی خدمات کے صلے میں اپنی رہائش گاہ بمع سامان اور کنواں اس کے حوالے کر دی۔[2]

مشہور روایات میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک یہودی کا کنواں خریدنا چاہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پورا نہیں دے سکتے تو آدھا مجھے بیچ دو۔ یہودی آدھا کنواں بیچنے پر رضامند ہو گیا۔ آپ نے آدھا کنواں خرید کر دن تقسیم کر لیے۔ جس دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تو لوگ اپنی ضرورت کے مطابق کنویں سے پانی نکال کر جمع کر لیتے اور دوسرے دن یہودی کی باری ہوتی تو اس دن کوئی نہ آتا۔ اس طرح اس یہودی کا کاروبار بند ہو گیا۔ ایک دن اس نے مجبور ہو کر دوسرا آدھا حق بھی حضرت عثمانؓ کو بیچ دیا اور آپؓ نے اسے عام لوگوں کے لیے وقف کر دیا۔ کچھ لوگ اسے بئر رومہ کا قصہ سمجھتے ہیں جب کہ سمہودی کی تصریح کے مطابق یہ بئر الملک کا واقعہ ہے۔[3]

د۔ بئر جاسوم یا بئر ابی الہیثم بن تیہان: ابن شبہ اور سمہودی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بئر جاسوم سے پانی پیا جب کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ابو الہیثم بن تیہان کو ملنے جاسوم گئے اور جاسوم کا پانی پیا اور اس زمین میں نماز پڑھی۔[4]

ھ۔ بئر انس بن مالک، بئر مالک بن نضر: اس کنویں کا چرچا اسلام سے پہلے بھی تھا۔ انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں اس کنویں کو "برود" کہا جاتا تھا اور جب کبھی مشکل وقت میں اہل مدینہ گھروں میں محصور ہوتے تو اس کنویں سے پانی لیا کرتے تھے۔[5]

و۔ بئر اہاب: بئر اہاب مدینہ منورہ کے شمالی حصے میں حرہ وبرہ کی طرف واقع تھا۔ اس کنویں میں بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تھا۔[6]

1۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضا أو بئرا واشترط لنفسه مثل دلاء المسلمین، رقم الحدیث 2778۔

2۔ ابو عبداللہ محمد بن محمود ابن النجار، **الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینہ** (شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم، س ن)، ص 63۔

3۔ السمہودی، **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ**، ج 3 ص 138۔

4۔ سمہودی، **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ**، ج 3 ص 131

5۔ ابن شبہ، **تاریخ المدینہ**، ج 1 ص 160۔

6۔ سمہودی، **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ**، ج 3 ص 126

OPEN ACCESS Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

ز۔ بئر البصۃ: یہ قباء کی طرف جانے والے راستے پر واقع یہ کنواں مالک بن سنانؓ کی ملکیت میں تھا جو ابو سعید خدریؓ کے والد تھے۔ ایک دن آپ ﷺ ابو سعید خدری کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تمہارے پاس بیری کے پتے ہیں کیوں کہ آج جمعہ ہے اور میں سر دھونا چاہتا ہوں۔ تو حضرت ابو سعید خدریؓ بیری کے پتے لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بئر البصۃ کی طرف چلے گئے جہاں رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک دھویا اور سر کا پانی اس کنویں یعنی بئر بصہ میں بہادیا۔[1]

ح۔ بئر بضاعۃ: مدینہ کا مشہور کنواں ہے جس سے متعلق روایات پانی کی پاکی کے مسئلے کی وجہ سے فقہی ابحاث میں خاص مقام رکھتی ہیں۔ یہ کنواں مدینہ میں بنو ساعدہ کے گھروں کے پاس ایک باغ میں واقع تھا۔ اس کنویں پر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس کے پانی سے وضو کرکے بچا ہوا پانی واپس کنویں میں ڈال دیا اور اس کے بعد اپنا لعاب مبارک ڈالا۔ اس کنویں سے رسول اللہ ﷺ کا پانی پینا اور اس کے لیے دعا کرنا ثابت ہے۔[2]

ط۔ بئر الیسرۃ: یہ کنواں انصار کے ایک بطن بنی امیہ بن زید کا کنواں تھا۔ اسی نسبت سے اسے بئر بنی امیہ بھی کہا جاتا تھا۔[3] رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل اس کنویں کا نام "عسر" تھا۔ آپ بنی امیہ بن زید کے ہاں تشریف لے گئے تو ان کے اس کنویں پہ رکے اور پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ بتایا گیا کہ اس کا نام "عسر" تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کا نام تو "یسر" ہے۔ پھر آپ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس میں برکت کی دعا کی۔[4] ابن شبہ کے مطابق آپ نے وضو کیا اور اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا۔[5]

مدینہ کے اشراج کے لیے پانی کا ضابطہ:

عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں پانی کا ایک ذریعہ اشراج بھی تھے۔ شرج یا اشراج سے مراد حرات سے اترنے والے پانی کی نالیاں یا ذرائع ہیں۔ ان سے بہتا ہوا یا رستا ہوا پانی نرم زمینوں تک آکر انہیں سیراب کرتا ہے۔[6] یہ پانی حرات سے نہیں نکلتا بلکہ یہ بارشوں کا پانی ہوتا ہے جو حرات میں جمع ہو جاتا ہے اور بعد میں اشراج کے ذریعے نرم زمینوں کی طرف آتا ہے۔ یہ پانی کا مستقل ذریعہ نہیں تھا بلکہ ان نالیوں سے مخصوص موسم میں پانی آیا کرتا تھا۔ اس کی مقدار کم ہونے کی وجہ سے بعض اوقات اس پر اختلاف بھی ہو جاتا تھا جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

1۔ ابن زبالہ، **اخبار المدینہ**، ص214۔

2۔ ملاحظہ ہو: ابن نجار، **الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ**، ص62 ومابعد

3۔ ابن شبہ، **تاریخ المدینہ**، ج1ص161

4۔ ابن زبالہ، **اخبار المدینہ**، ص219

5۔ ابن شبہ، **تاریخ المدینہ**، ج1ص161

6۔ الازدی، **جمہرۃ اللغۃ**، ج1ص459۔ نیز ملاحظہ ہو: **معجم مقاییس اللغۃ**، ج3ص269۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ ایک انصاری صحابی کا 'اشراج الحرۃ' سے آنے والے پانی پر اختلاف ہوا تھا۔ یہ پانی کا قدرتی ذریعہ تھا مگر اس کے پانی کی تقسیم کے لیے اصول اور ضابطہ نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ضابطہ مقرر فرمایا تاکہ اس ذریعے سے حاصل ہونے والا پانی سب لوگوں میں برابر تقسیم ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ زرعی زمین میں پنڈلیوں تک اور نخیل یعنی کھجوروں کے باغ میں ایڑیوں کے برابر پانی کھڑا کیا جا سکتا ہے۔[1]

پائیدار ترقی کے لیے آبی وسائل کے محفوظ استعمال کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اقدامات

مدینہ منورہ کے آبی وسائل کی دیکھ بھال

آبی وسائل کے تحفظ اور ان میں اضافے کے لیے اقدامات میں سب سے پہلا قدم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام کنوؤں کا معائنہ فرمایا۔ سیرت کی کتابوں میں مدینہ منورہ کے جن 21 کنوؤں کا ذکر موجود ہے ان تمام کنوؤں سے متعلق کتب سیرت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ آپ ﷺ وہاں پر تشریف لے گئے۔ ان میں سے جو کنویں انصار کی آبادی میں واقع تھے ان سب کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ہر کنویں پر جا کر پانی سے وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی اس کنویں میں ڈال دیا۔ اگر آپ نے اس کنویں سے وضو نہیں فرمایا تو کلی کر کے کنویں میں پانی ڈالا یا کم از کم اپنا لعاب مبارک اس میں ڈالا اور کنویں کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ بعض کنوؤں کا پانی میٹھا تھا تو آپ نے ان کے پانی کی تعریف بھی فرمائی۔ مثلاً وادی عقیق میں ایک کنویں کے بارے میں فرمایا: "نعم القليب قليب المزني" یا "نعم الحفيرة حفيرة المزني"[2]

ریاست مدینہ کے سربراہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے ان تمام کنوؤں کا مشاہدہ کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آبی وسائل کا جائزہ لیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ کنوؤں میں پانی کی حقیقی صورت حال کیا ہے؟ پانی کی قلت کا مسئلہ کیوں ہے اور اس مسئلے کو کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟

قدرتی وسائل میں شرکت کا تصور

1- آبی وسائل سے افادہ عام کا تصور: مدینہ منورہ کے بعض ایسے آبی وسائل جو سارا سال جاری رہتے تھے وہاں پانی فروخت کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پانی کے وسائل کو اجتماعی ملکیت میں دینے کی ترغیب دی کہ پانی کو عام لوگوں کے لیے وقف کر دیا جائے۔ اگر ان وسائل پر جبراً کوئی ایک شخص مسلط ہے اور عام لوگوں کا استحصال کر رہا ہے تو اس کے قبضے سے چھڑا کر اجتماعی ملکیت میں لانے کا انتظام کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے

1۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المساقاۃ، باب سکر الانھار، رقم الحدیث 2359۔

2۔ مکمل بحث ملاحظہ ہو: السمہودی، **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی**، ج 3 ص 136 وما بعد۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

کہ: ”ثلاث لایمنعن: الماء، والکلاء، والنار“[1] یعنی ”پانی، گھاس اور آگ ان تینوں چیزوں سے روکا نہیں جاسکتا۔“ یعنی ریاست کے یہ وسائل تمام لوگوں کے درمیان مشترکہ حیثیت میں ہوں گے اور ان سے تمام لوگ روک ٹوک کے بغیر فائدہ اٹھاسکیں گے۔

2-آبی وسائل میں اضافے کی ترغیب: فائدے میں اشتراک کے ساتھ ان وسائل کے تحفظ کی ذمہ داری بھی تمام افراد کے درمیان مشترک قرار دی گئی۔ مدینہ منورہ میں پانی کی قلت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں سدابہار کنوؤں کی تعداد کم تھی۔ اس کا ایک حل یہ بھی ہوسکتا تھا کہ نئے کنویں کھدوائے جائیں تاکہ سہولت کے ساتھ پانی دستیاب ہو مگر ریاست اس زمانے میں کوئی بھی نیا پراجیکٹ شروع کرنے کی استعداد نہیں رکھتی تھی۔ اس مقصد کے لیے عوامی سطح پر اس بات کو اجاگر کیا گیا اور اہل خیر کو اس رفاہی کام کی طرف توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> سَبْعٌ يَجْرِي لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ، وهُو فِي قَبْرِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا، أَوْ كَرَى نَهْرًا، أَوْ حَفَرَ بِئْرًا، أَوْ غَرَسَ نَخْلا، أَوْ بَنَى مَسْجِدًا، أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا، أَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ[2]

> ترجمہ: ”سات کام ایسے ہیں جن کا اجر انسان کو موت کے بعد قبر میں بھی ملتا رہتا ہے۔ کسی کو علم سکھادینا، نہر نکالنا، کنواں کھودنا، درخت لگانا، مسجد بنانا، قرآن دے دینا یا ایسی اولاد چھوڑ جانا جو بعد میں اس کے لیے استغفار کرتی رہے۔“ اس میں نہر اور کنواں کھدوانے کا ذکر ہے۔ یہ ترغیب عمومی طور پر سب لوگوں کے لیے تھی تاکہ استطاعت والے لوگ اس کام میں دلچسپی لیں۔

قدرتی وسائل کی محفوظ اور منصفانہ تقسیم

اجتماعی وسائل سے زرعی زمینوں کو پانی دینا معمول کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آبی وسائل کے محدود ہونے کے باعث زراعت میں مشکل ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے زرعی زمینوں کی آب پاشی کے لیے ضابطہ مقرر کردیا تھا۔ دراصل پانی کی قلت کی وجہ سے اشراج حرہ سے اترنے والے پانی کی تقسیم میں بعض صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا تھا۔ اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ زرعی زمینوں میں ٹخنے تک اور کھجور کے باغات کو ایڑی تک پانی دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد اگلی زمین کی طرف پانی چھوڑ دیا جائے۔[3] یہ اصول سب

1۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، **السنن** (داراحیاء الکتب العربیۃ، مصر، س ن)، کتاب الرھون، باب المسلمون شرکاء فی الثلاث، رقم الحدیث 2472و2473۔

2۔ ابو بکر احمد بن عمرو البزار، **مسند البزار** (مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، 2009)، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، رقم الحدیث 7289۔ نیز ملاحظہ ہو: ابو بکر احمد بن حسین البیہقی، **شعب الایمان** (مکتبۃ الرشد، ریاض، 2003)، کتاب الزکوۃ، باب الاختیار فی صدقۃ التطوع، رقم الحدیث 3175۔

3۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المساقاۃ، باب سکر الانھار، رقم الحدیث 2362، 2359۔

OPEN ACCESS
Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

کے لیے عام تھا اور کسی کو اس سے استثناء حاصل نہیں تھا۔

ضرورت پوری ہو جانے کے بعد فالتو پانی روکنے کی ممانعت

آبی وسائل سے متعلق روایت سیرت سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بچا ہوا پانی روکنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''**لَا يَمْنَعْ أَحَدُكُمْ فَضْلَ مَاءٍ، لِيَمْنَعَ بِهِ الْكَلَأَ**''[1] ترجمہ: ''کوئی بھی شخص بچا ہوا پانی نہ روکے کہ اس کی وجہ سے گھاس اور جڑی بوٹیاں نہ اگ سکیں''۔ اس فرمان کے مطابق اضافی پانی کو روکنا منع کر دیا گیا ہے۔

قابل استعمال اضافی پانی کی زیرِ زمین نکاسی کا بندوبست

آبی وسائل کے تحفظ سے متعلق ایک اہم پہلو جسے نمایاں کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ عہد نبوی میں زیر زمین آبی وسائل میں اضافے کے لیے بھی کوشش کی جاتی تھی۔ عہد نبوی میں حرانیہ کے مقام پر جس کنویں کا ذکر کتب سیرت میں موجود ہے اس کنویں میں بارش کے دنوں میں پانی کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔[2] کنویں میں پانی چھوڑنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کنویں کے ذریعے بارش کا صاف پانی زیر زمین چلا جائے تاکہ زیر زمین پانی کے ذخائر میں اضافہ ہو۔ وادیوں سے بہنے والے پانی کا ذخیرہ جتنا بھی بڑا ہو آلودگی کی وجہ سے مفید نہیں رہتا لیکن جو پانی زیر زمین چلا جاتا ہے وہ زیادہ محفوظ اور مفید ہوتا ہے۔

آبی وسائل کے غیر ضروری استعمال کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ ضرورت سے زیادہ پانی کے استعمال سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت سعدؓ کو زیادہ پانی استعمال کرتے ہوئے دیکھا تو اسراف سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو وضو کر کے دکھایا تو اپنے اعضا کو تین تین بار دھویا اور فرمایا کہ جس نے زیادہ پانی استعمال کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔[3] اس کے علاوہ کتب حدیث میں اس بات کا ذکر بھی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو وضو کے لیے ایک مد اور غسل کے لیے ایک صاع پانی کافی ہوتا تھا۔[4]

1۔ ابن ماجہ، **السنن**، کتاب الرھون، باب النھی عن منع فضل الماء، رقم الحدیث 2478۔

2۔ ابن شبہ، **تاریخ المدینہ**، ج1 ص169۔

3۔ ابن ماجہ، **السنن**، کتاب الطھارۃ و سننھا، باب القصد فی الوضوء، رقم الحدیث 422، 425۔

4۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الوضوء، باب الوضوء بالمد، رقم الحدیث 201۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

ریاست مدینہ کی پائیدار ترقی کے لیے زرعی وسائل کا تحفظ اور انتظام وانصرام

ریاست مدینہ میں پائیدار ترقی کے لیے عہد نبوی میں زرعی وسائل کی قلت کا مسئلہ حل کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ زرعی وسائل میں اضافہ رسول اللہ ﷺ کی ترجیحات میں شامل تھا۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ متعدد اقدامات فرمائے۔ ان اقدامات میں اہم ترین قدم یہ تھا کہ آپ ﷺ شجرکاری کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ.

ترجمہ: ''جو مسلمان بھی کوئی پودا اگاتا ہے یا کوئی فصل کاشت کرتا ہے اور پھر اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا چوپایہ مویشی کھالیتا ہے تو اسے صدقے کا ثواب ملتا ہے''۔[1]

جب کہ دوسری روایت جو حضرت جابرؓ سے منقول ہے اس میں یہی بات کچھ تفصیل کے ساتھ وارد ہے۔[2]

زمینوں کی لامحدود ملکیت سے اجتناب

رسول اللہ ﷺ نے وسائل کے تحفظ کے لیے جو اقدامات فرمائے ان میں ایک اہم قدم یہ بھی تھا کہ آپ نے جن لوگوں کو زمینیں دیں یا ان سے طویل عرصے تک معاملہ فرمایا تو عمومی طور پر ان سے معاملہ مؤبد (ہمیشہ ہمیشہ کے لیے) نہیں فرمایا۔ مثلاً فتح خیبر کے بعد یہود کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ان کی زمین سے جو پیداوار ہوگی اس میں سے نصف مسلمانوں کی اور نصف وہاں زراعت کرنے والے کی ہوگی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ '' **أقرّكم ما أقرّكم الله** ''(ترجمہ: میں تمہیں اس وقت تک یہاں قیام کی اجازت دیتا ہوں جب تک اللہ کو منظور ہے)۔[3]

بنجر زمینوں کی آبادکاری

بنجر زمینوں کو اصطلاح میں ''اراضی موات'' کہا جاتا ہے یعنی وہ بے آباد زمینیں جو کسی کی ملکیت میں نہ ہوں اور نہ ہی پیداوار دے رہی ہوں۔ مدینہ منورہ کے مضافات میں بعض ایسی زمینیں موجود تھیں جنہیں محنت کرکے آبادکاری کے قابل بنایا جاسکتا تھا۔ ریاست کی معاشی ضروریات کے پیش نظر ضروری تھا کہ ان وسائل کو بہتر طریقے سے استعمال میں لایا جائے تاکہ ان سے پیداوار حاصل کرکے لوگوں کی مالی اور غذائی ضروریات پوری کی جاسکیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی زمین کی آبادکاری کے لیے یہ ضابطہ مقرر فرمادیا ہے کہ '' **من أحيا أرضا ميتة**

1۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، رقم الحدیث:2320

2۔ مسلم، **المسند الصحیح**، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، رقم الحدیث:1552

3۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجزیہ، باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب (عنوان الباب)

OPEN ACCESS cc BY NC
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

فهي له"یعنی جو شخص بنجر و بے آباد زمین کو آباد کرے گا تو وہ زمین اسی کی ہو جائے گی۔[1] اس فرمان کے نتیجے میں بنجر زمینوں کی آبادکاری شروع ہو گئی۔

حدیث و سیرت کے مصادر سے متعدد صحابہ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں آپ ﷺ نے زمینیں کاشت کاری کے لیے عطا فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوامؓ جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے داماد بھی تھے انہیں بھی آپ نے مختلف زمینوں کی آبادکاری پر مقرر فرمایا۔ انہیں کچھ زمین بنو نضیر کے مفتوحہ اموال میں سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دی گئی تھی[2] جب کہ اس کے علاوہ بھی متعدد زمینیں تھیں جن میں سے ایک کو صدقۃ الزبیر بھی کہا جاتا تھا[3]۔ زبیر بن عوامؓ ان زمینوں کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے اموال (زرعی زمینوں) کی آمد کا حساب کتاب بھی رکھا کرتے تھے۔[4]

حمی النقیع کی تحدید اور ان کا نظم و نسق

رسول اللہ ﷺ مقام نقیع میں تشریف لائے اور وہاں مقمل اور صلیب کے پاس آئے اور اس وادی سے متعلق فرمایا کہ یہ گھوڑوں کے چرنے کے لیے کتنی بہترین جگہ ہے، یہاں انہیں چرایا جائے اور پھر اللہ کے راستے میں جہاد کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس وادی کی حدود مقرر کرکے محمد بن ہیصم کو وہاں کا نگران مقرر کیا۔[5] ابن ہیصم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے دادا کو وہاں کا عامل بنایا اور مغرب و مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ادھر ادھر سے آنے والوں کو منع کرنا تمہارے ذمہ ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میری صرف بیٹیاں ہی بیٹیاں ہیں، چراگاہ کی دیکھ بھال میں میرے ساتھ تعاون کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی تمہیں ایک بیٹا دے گا جو تمہارا معاون و مددگار بنے گا۔ اس کے بعد اس حمی کی تولیت انہی کے خاندان میں عرصہ دراز تک چلتی رہی اور بعد کے خلفاء نے انہی کو اس حمی پر عامل بنائے رکھا۔

چراگاہوں کی تحدید اور ان کا نظم و نسق

عہد نبوی میں چراگاہیں عمومی اور مشترکہ حیثیت کی ہوتی تھیں جن سے تمام لوگوں کی ضروریات وابستہ ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وادی نقیع کی چراگاہ کی حدبندی فرمائی تو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: "لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ "یعنی حمی صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ جب کہ اس سے متصل دوسری روایت میں کہ: "لَا حِمَى

1۔ البخاري، **الجامع الصحيح**، کتاب المزارعة، باب من أحيا أرضاً مواتا (عنوان الباب)

2۔ واقدی، **المغازی**، ج1 ص380

3۔ ابو بکر ہمدانی، محمد بن موسی بن عثمان الحازمی، **الاماکن ما اتفق لفظہ وافترق مسماہ من الامکنۃ**، دار الیمامہ للبحث والنشر والترجمہ، ط1415ھ۔ ص133

4۔ محمد بن یوسف شامی، **سبل الھدی والرشاد فی ہدی خیر العباد**، ج11 ص389

5۔ ایضاً: ج3 ص219

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ "[1] کہ چراگاہیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں یعنی چراگاہوں کی حد بندی کا اختیار اللہ اور رسول کو ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے اجتماعی مقاصد کے لیے چراگاہوں کی تحدید کر کے وہاں جانور چرائے جائیں گے، اس کے علاوہ کسی طاقت ور فرد یا گروہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اجتماعی وسائل پر قبضہ جمالے اور دوسروں کے ان وسائل سے مستفید ہونے پر پابندی لگائے۔

رسول اللہ ﷺ کا اس چراگاہ کو محدود کرنا اجتماعی مقصد کے لیے تھا۔ اجتماعی مقصد یہ تھا کہ جب جہاد کے لیے گھوڑے پالنے کی ضرورت ہو یا موسمی حالات کی وجہ سے چارے کی قلت پیدا ہو جائے تو اس چراگاہ سے اپنی ضرورت پوری کی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس چراگاہ کے لیے ضابطہ مقرر کر دیا تھا۔ جہاد کے لیے گھوڑوں کا تمام چارہ اسی چراگاہ سے لیا جاتا تھا۔ ابن شبہ کہتے ہیں کہ یہ چراگاہ صرف گھوڑوں کے لیے خاص تھی اور یہاں مسلمانوں کے گھوڑوں کو چرایا جاتا تھا البتہ ربذہ کی چراگاہ صدقہ کے اونٹوں کے لیے خاص تھی جن کا مصرف صدقات، انتظامی امور، اور دیات کا نظم وغیرہ تھا۔[2] یہ چراگاہ چونکہ جہاد کے گھوڑوں کے لیے خاص تھی اس لیے یہاں عام جانوروں کو چرانے کی اجازت عام نہ تھی بلکہ ان کے لیے خاص ضابطہ مقرر تھا۔ سنن ابی داؤد میں مذکور ہے: "لَا يُخْبَطُ وَلَا يُعْضَدُ حِمَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ يُهَشُّ هَشًّا رَفِيقًا"[3] یعنی شاخوں کو چھیلنا اور ٹہنیوں کو کاٹنا ممنوع ہے البتہ اگر ہلکا سا ہلا کر کچھ پتے گر جائیں تو وہ جانوروں کو کھلانے کی اجازت ہے۔ عام جانوروں کے لیے اس چراگاہ کا ضابطہ یہی تھا البتہ عام جانوروں کے لیے دیگر چراگاہیں موجود تھیں۔

مدینہ کی مشترکہ چراگاہوں کا نظم و نسق

مدینہ منورہ کے مضافات میں متعدد قدیم چراگاہیں موجود تھیں جہاں اہل مدینہ کے عام جانور چرائے جاتے تھے۔ بعض غزوات؛ مثلاً: غزوہ ذی قرد وغیرہ میں کفار کی لشکر کی لوٹ مار کا جو ذکر ہے وہ انہیں مضافاتی چراگاہوں پر لوٹ مار ہوتی تھی جہاں اہل مدینہ کے جانور اور رسول اللہ ﷺ کے جانور نیز صدقے کے اونٹ چرا کرتے تھے۔[4] ان چراگاہوں پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کچھ ذمہ دار بھی مقرر ہوتے تھے جو ان کی دیکھ بھال کرتے اور پہرہ دیتے تھے۔ غزوہ ذی قرد میں کفار نے جس چراگاہ پر حملہ کیا وہ ابن ہشام کے بقول غابہ میں واقع تھی اور یہاں بنو غفار کے ایک صحابی (ابن سعد نے انہیں ابن ابی ذر غفاری ؓ کہا ہے جو) اپنی اہلیہ (لیلی) کے ساتھ موجود تھے۔ مشرکین نے صحابی کو قتل کر دیا اور ان کی اہلیہ کو قید کر کے اونٹنیوں کے ساتھ لے گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع سب سے پہلے حضرت

1۔ ابوداؤد، **السنن**، 19-کتاب الخراج والإمارۃ والفيء، باب في الأرض يحميها الإمام أو الرجل، ج3 ص180 رقم 3083، 3084

2۔ ابن شبہ، **تاریخ المدینہ**، ج1 ص155 ومابعد

3۔ ابوداؤد، **السنن**، کتاب المناسك، باب في تحريم المدينة، ج2 ص217 رقم 2039

4۔ بیہقی، **دلائل النبوۃ**، ج4 ص188 باب غزوۃ ذی قرد

OPEN ACCESS Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

سلمہ بن الاکوعؓ کو ملی جو تیر کمان لٹکائے غابہ کی طرف جارہے تھے۔ انہوں نے صورت حال دیکھی تو جبل سلع کی جانب آکر ''واصباحاہ'' پکار کر لوگوں کو متوجہ کیا اور خود ان کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے۔[1] غابہ کی اس چراگاہ کا کوئی الگ سے نام سیرت کی کتب میں ذکر نہیں کیا گیا۔ غابہ کا مقام مدینہ کے شمال مغربی کونے میں معروف ہے۔

قبیلہ عرینہ کے لوگوں کا قصہ بھی معروف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا علاج تجویز کرتے ہوئے انہیں مسلمانوں کی چراگاہ میں بھیج دیا تھا جو کہ مقام ''ذی الجدر'' میں واقع تھی اور وہاں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں اور مسلمانوں کے جانور چرا کرتے تھے۔[2] وہاں ان کا علاج ہوتا رہا جب وہ تندرست ہوگئے تو ان کی نیت خراب ہوگئی اور وہ مسلمانوں کے جانور ہانک کر لے گئے۔ ان کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کے ایک غلام نے چند ساتھیوں کے ہمراہ ان کا پیچھا کیا لیکن عرینہ کے لوگ ان پر غالب آگئے اور انہیں دردناک طریقے سے شہید کر کے جانور لے کر فرار ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ غلام اس چراگاہ میں جانوروں کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔

خلاصہ بحث

عہد نبوی کے تمام اقدامات کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے آبی وسائل، زرعی وسائل، معاشی وسائل میں ترقی کے لیے ہمہ جہت اقدامات فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ کے اقدامات کے نتیجے میں عہد نبوی ہی میں وسائل کی قلت کا مسئلہ کسی قدر حل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں ان پالیسیوں کا تسلسل جاری رہا جس سے ان وسائل کو محفوظ بنایا گیا اور ان کو منصفانہ بنیادوں پر استعمال کیا گیا جس سے ریاست کی پائیدار ترقی ممکن ہوئی۔ ریاست کی ضروریات اور پائیدار ترقی کے پیش نظر وسائل کے مناسب استعمال کا ایسا معیاری طریقہ مقرر کر دیا گیا کہ جب تک یہ طریقہ موجود رہا تب تک وسائل کی قلت کا مسئلہ نہیں ہوا۔ اسلامی ریاست کی حدود میں وسعت ہوتی گئی تو وسائل میں بھی برابر اضافہ ہوتا رہا۔

عصر حاضر میں وسائل کے بے تحاشا استعمال کی وجہ سے پائیدار ترقی وقت کی اہم ضرورت بن چکی ہے اور وسائل کا بڑے پیمانے پر استعمال گلوبل وارمنگ اور وسائل کی قلت کے مسائل کو شدید تر کر رہا ہے۔ عہد نبوی کے اقدامات ہمیں اس بات کا درس دیتے ہیں کہ پائیدار ترقی کے لیے نبوی اقدامات اور ہدایات کو موجودہ دور میں اختیار کرنے سے کئی مسائل سے تحفظ ممکن ہے۔

نتائج تحقیق: اس تحقیق سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

- قدرتی وسائل کا محفوظ استعمال قرآن و سنت کی تعلیمات سے ثابت ہے۔

1۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج2ص 281

2۔ ایضاً: ج2ص 569

OPEN ACCESS Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

- رسول اللہ ﷺ نے قدرتی وسائل کے محفوظ استعمال کے لیے نہ صرف متعدد اقدامات فرمائے بلکہ اس سلسلے میں امت کو واضح ہدایات بھی دی ہیں۔
- خاص طور پر آبی وسائل کے محفوظ استعمال سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے اصول وضوابط مقرر فرمائے اور ان کی منصفانہ تقسیم کے لیے عملی اقدامات فرمائے ہیں۔
- محفوظ استعمال کے نتیجے میں مدینہ منورہ میں وسائل کی قلت کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو گیا تھا۔
- قدرتی وسائل کے محفوظ استعمال سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے فرامین موجودہ دور میں وسائل کی قلت کے مسئلے کو حل کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

تجاویز

اس تحقیق کے پیش نظر محقق درج ذیل تجاویز پیش کرتا ہے:

1. حکومتی اور تنفیذی اداروں کو چاہیے کہ پائیدار ترقی کے لیے قدرتی وسائل کو منصفانہ بنیادوں پر تقسیم کا اہتمام کریں تاکہ ملک کی مختلف اکائیوں میں اتحاد مزید مضبوط ہو۔ اور قدرتی وسائل جیسا کہ قابل زراعت میدانی علاقوں اور سرسبز وادیوں کی پیداواری صلاحیت کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا جائے اور انہیں رہائشی مکانات میں تبدیلی کے خلاف قانونی قدم اٹھائے جائیں۔

2. قدرتی وسائل کے علاوہ دیگر شخصی اور اجتماعی سطح کی رفاہی سہولیات کے محفوظ استعمال پر سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تحقیقی کام کا انعقاد کیا جائے۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)